پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی قسط:٦

خلافت وملوکیت

حدیثِ سفینہ رضی اللہ عنہ

جوحضرات خلافت راشدہ کوخلفائے اربعہ تک محدود کرتے ہیں وہ اپنی تائید میں ''حدیثِ سفینہ رضی اللہ عنہ'' بھی پیش کرتے ہیں۔حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ ''الخلافة ثلاثون سنة ثم یکون ملکاً'' ''خلافت تیس سال تک رہے گی' پھر بادشاہی آجائے گی۔سعید بن جمہان کا بیان ہے کہ پھر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ دوسال ، خلافت عمر رضی اللہ عنہ دس سال ،خلافت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال اور خلافتِ علی رضی اللہ عنہ چھے سال شمار کریں۔(تواس طرح تیس سال پورے ہوگئے۔)(مشکوٰۃ، کتاب الفتن ص ۴۶۳)

جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بنوامیہ تو یہ گمان کرتے ہیں کہ خلافت ان کے پاس ہے اوراپنے آپ کوخلفاء میں شمار کرتے ہیں۔اس پر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بنوزرقا جھوٹ بولتے ہیں''بل هم ملوک من شرّ الملوک'' بلکہ وہ توبدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔

(جامع ترمذی، ابواب الفتن ، باب جاءفی الخلافۃ)۔

اس روایت کے پیشِ نظر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ خلافتِ راشدہ موعودہ کی مدت صرف تیس برس ہے۔اس کے بعد ملوکیت وبادشاہت ہے۔اوروہ بھی کاٹ کھانے والی۔ جہاں تک اس روایت کاتعلق ہے تو وہ روایتاً ودرایتاً دونوں صورتوں میں غلط ہے جس خبر کواس حدیث کے راوی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے نقل کررہے ہیں۔کوئی معمولی اور غیراہم خبرنہیں ہے۔ بلکہ غیر معمولی اورنہایت اہم خبر ہے' جس سے پوری امت کامستقبل وابستہ ہے۔لیکن یہ بات باعثِ تعجب ہے کہ اتنی اہم خبر کوحضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی صحابی نے آپ ﷺ سے روایت نہیں کیا اور نہ ہی سعید بن جمہان کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے اسے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۷۴ھ میں ہوا اور سعید بن جمہان کا انتقال ۱۳۶ھ میں۔ پھراوّل الذکر مدینہ میں رہے اور ثانی الذکر بصرہ کے باشندے ہیں۔ان کی ملاقات بھی ثابت نہیں۔سعید بن جمہان حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے باسٹھ برس بعد دنیا سے رخصت ہوئے۔معلوم نہیں کہ کب، کہاں اور کس عمر میں سماع کیا ہوگا؟ اس لیے ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ''فی حدیثه عجائب''یعنی اس کی حدیث میں بڑی عجیب باتیں ہوتی ہیں۔

روایت کے الفاظ ہی یہ واضح طور پراعلان کررہے ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کا قول نہیں ہے بلکہ بعد میں حضرت

علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک حساب کر کے ایک خاص مقصد کے لیے اسے وضع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت بھی روایت میں غلط بتائی گئی ہے۔ وہ ہرگز چھے سال نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۱۸؍ذی الحج ۳۵ھ کو شہید ہوئے۔ اس کے پانچ دن بعد یعنی ۲۳؍ذی الحج ۳۵ھ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے اور ۲۱؍رمضان المبارک ۴۰ھ کو شہید ہوگئے۔ اس طرح ان کی خلافت کی کل مدت چار سال اور نو ماہ بنتی ہے، جسے روایت میں چھے سال ظاہر کیا گیا ہے۔ اس روایت کے ذریعے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافتِ راشدہ کی نفی کرنے والوں پر جب یہ غلطی ظاہر ہوئی تو انہوں نے فوراً اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت بھی شامل کر دی۔ جو زیادہ سے زیادہ چھے ماہ ہے، جبکہ روایت میں واضح طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کی مدت شمار کی گئی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت شامل کرنے کے باوجود ''چھے سال'' کا عدد معمہ بن گیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کی مدت خلافت جمع کرنے کے بعد بھی پانچ سال اور تین ماہ سے زائد نہیں بنتی۔ پھر یہ فلسفہ تراشا گیا کہ کسور کا اعتبار نہیں ہے۔ اس ''قاعدے'' کے تحت بھی چھے سال کا استعمال غلط ہے۔ کیونکہ کسور کے حذف میں بھی یہ اصول کارفرما ہے کہ اگر نصف سے زائد ہوتو اسے اگلے عدد میں شمار کیا جاتا ہے اور اگر نصف سے کم ہوتو پچھلے عدد میں ہی شمار کیا جائے گا۔ اس قاعدے کے تحت بھی دونوں کی مدت خلافت پانچ سال بنتی ہے نہ کہ چھے سال۔ روایت کی بناوٹ یہ بتا رہی ہے کہ خوب سوچ سمجھ کر خلفاء اربعہ کی مدت خلافت کو جمع کیا گیا ہے نیز اس عدد میں کتابتی غلطی کا بھی امکان نہیں ہے۔

روایت کا آخری جملہ ''**بل ھم ملوک من شرّ الملوک**'' کہ وہ (بنوامیہ) جھوٹ بولتے ہیں بلکہ ان کا شمار تو بدترین بادشاہوں میں ہوتا ہے، اس کے موضوع ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ کیونکہ اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی برے بادشاہوں میں گردانا گیا ہے۔ جبکہ روایت کی صحت کو تسلیم کرنے والے بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ مقام نہیں دیتے۔ کیا حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ملک من شرّ الملوک تھے؟ یہ ان پر بدترین الزام ہے۔ اگر ان کے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہی حیثیت ہوتی جس کا اظہار زیر بحث روایت میں کیا گیا ہے۔ تو وہ اور جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ہاتھ پر کبھی بھی بیعت نہ کرتے۔ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتنی بڑی تعداد بھی سعید بن جمہان کی کہانی سے ناواقف تھی۔ اگر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ رایت صحیح تھی تو انہوں نے دورِ مرتضوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کیوں نہیں کی تھی؟ اور غیر جانب دار رہنے والوں میں کیوں شامل ہوگئے تھے؟ ایسی صورت میں تو انہیں جنگ جمل وصفین میں سب سے آگے ہونا چاہیے تھا۔ لیکن وہ تو پیچھے بھی کہیں نظر نہیں آتے۔

قاضی ابوبکر بن العربی لکھتے ہیں کہ: ''**ھٰذا حدیث لا یصح**'' یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

مشہور محقق علامہ محبّ الدین الخطیب اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: کیونکہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے اس کا راوی سعید بن جمہان ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ بعض نے اسے ثقہ کہا۔ امام ابوحاتم

نے کہا کہ اس بوڑھے سے احتجاج نہ کیا جائے اوراس کی سند میں حشرج بن نباتہ واسطی ہے بعض نے اسے ثقہ کہا ہے اور نسائی نے کہا کمزور ہے اور عبداللہ بن احمد بن حنبل اس حدیث کو سوید طحان سے روایت کرتے ہیں۔ان کے متعلق حافظ ابن حجر تقریب میں کہتے ہیں۔اس کی حدیث کمزور ہے۔(العواصم من القواصم اردو،ص ۳۲۶)

علامہ ابن العربیؒ نے اس کتاب کا نام ''العواصم من القواصم'' رکھا یعنی وہ چیزیں جو ایمان کو توڑ دیتی ہیں اور برباد کر دیتی ہیں' ان سے محفوظ رکھنے والے حقائق۔اسی وجہ سے جدید عربی میں عاصمہ چھاؤنی کو کہا جاتا ہے اور قواصم وقاصم کی جمع ہے۔توڑ دینے والی۔یعنی انسان کے لیے کمر توڑ حادثہ،اور ایمان کو برباد کر دینے والی باتیں۔کیونکہ بعض اسلام دشمن لوگوں نے اسلام میں ایسی چیزیں درج کر دیں۔جن کو قبول کر لینے سے انسان ایمان سے دیوالیہ ہوجاتا ہے اور عاصمہ یعنی اس حادثہ کی اصل حقیقت جس کی وجہ سے انسان کا ایمان محفوظ رہتا ہے۔عاصمہ کا معنیٰ ہی حفاظت کرنے والی ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: حدیث ''الخلافة بعدی ثلثون سنة'' کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے، کیونکہ اس کی صحت پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتی۔(تاریخ ابن خلدون اردو،حصہ اوّل ص ۵۵۵)

محدث جلیل حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں: ''میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔پھر بادشاہی ہوگی''، اگر اس حدیث کے ضعف سے قطع نظر کر لی جائے جیسا کہ ناقدینِ حدیث نے تصریح کی ہے تو ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ ''اسلام کی چکی میرے بعد پینتیس یا چھتیس یا سینتیس سال تک چلتی رہے گی۔اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوسکتا کہ ۳۷ سال کے بعد حکومتِ اسلام ختم ہوجائے گی یہ تو واقعہ کے خلاف ہے۔بس یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ اسلام پوری شان کے ساتھ صحیح طریقہ پر اتنی مدت تک رہے گا تو اس میں سات سال خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھی شامل ہیں پھر ان کو خلفاء سے الگ کیوں کر کیا جاسکتا ہے نیز مسلم شریف کی حدیثِ صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ دینِ اسلام معزز اور مضبوط رہے گا بارہ خلفاء تک جو سب قریش سے ہوں گے۔''

ان بارہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً داخل ہیں کہ وہ صحابی ہیں اور ان کی خلافت میں اسلام کو عروج بھی بہت تھا فتوحات بھی بہت ہوئیں حدیث میں ان بارہ کو خلیفہ کہا گیا ہے ''ملک'' نہیں کہا گیا۔(براءۃ عثمان رضی اللہ عنہ،ص ۵۵)

مفکر اسلام مولانا محمد اسحٰق صدیقی ندویؒ (سابق شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وسابق شیخ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی) لکھتے ہیں: خلافت صرف تیس سال باقی رہنے والی روایت ثابت ہی نہیں۔اگر بالفرض ثابت ہو تو علماء محققین کے نزدیک ظاہر پر محمول نہیں بلکہ مؤوّل ہے۔بعض علماء نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ تیس سال جو خلافت رہے گی' وہ بہت اہم اور ممتاز درجہ کی ہوگی۔یوں خلافت اس کے بعد بھی رہے گی۔مقصد کلام دلوں میں اس زمانہ کی خلافت کی عظمت زیادہ کرنا ہے نہ کہ تیس سال کے بعد نفس خلافت کی نفی کرنا۔لیکن راقم کے نزدیک یہ حدیث ثابت ہی نہیں اس لیے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔(اظہارِ حقیقت ج ۳،ص ۴۴۴) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی جس روایت پر تیس سالہ

خلافت راشدہ کی جو بلند و بالا عمارت تعمیر کی گئی ہے وہ بنیاد ایک مٹی کا ڈھیر ہے۔ اس تیس سالہ داستان کی تردید بہت سی احادیث صحیح سے ہوتی ہے، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کے ہاتھ میں تھی۔ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے جانشین ہوتے تھے۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے جو بکثرت ہوں گے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یکے بعد دیگرے ہر بیعت پر وفا کرو انہیں ان کا حق دو، ان کی رعیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود ان سے باز پرس کرے گا۔ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے ''فیکثرون'' کا لفظ استعمال فرما کر یہ واضح کر دیا ہے کہ آپ کے بعد جو خلفاء ہوں گے وہ دو چار نہیں بلکہ کثرت کے ساتھ ہوں گے۔

(۲) حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اسلام بارہ خلفاء کے دور تک ہمیشہ غالب رہے گا۔ جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ)

ابو داؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ایسے بارہ خلفاء جن پر امت کا اجماع ہو (سنن ابی داؤد، کتاب المہدی) اور طبرانی اس حدیث میں یہ الفاظ بھی بیان کئے ہیں کہ ان بارہ خلفاء کو کسی دشمن کی عدوات نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: بے شک یہ امر خلافت قریش کے ہاتھ میں رہے گا۔ جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل گرا دے گا (یہ امر ان کے پاس اس وقت تک رہے گا) جب تک وہ دین کو قائم کرتے رہیں گے۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب، باب مناقبِ قریش)

(۳) حضرت ابوبکر ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک ترازو آسمان سے اتری۔ جس میں آپ ﷺ کو اور ابوبکر ؓ کو تولا گیا تو آپ ﷺ ترجیح لے گئے۔ پھر ابوبکر وعمر ؓ کو تولا گیا تو ابوبکر ؓ ترجیح لے گئے۔ پھر عمر وعثمان ؓ کو تولا گیا تو عمر ؓ ترجیح لے گئے۔ پھر وہ میزان اٹھایا گیا۔ اس خواب سے آنحضرت ﷺ مغموم ہوئے اور پھر فرمایا کہ یہ خلافتِ نبوت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے ملک وحکومت عطا کریں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب ابی بکر وعمر ؓ ص ۵۶۰) کیا اس حدیث کا سہارا لے کر کوئی شخص سیدنا علی ؓ کی خلافت کو خلافت نبوت سے خارج کر سکتا ہے؟

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اسلام کی چکی ۳۵، ۳۶، ۳۷ سال تک چلتی رہے گی۔ (اسلام قوت پر ہوگا) پس اگر لوگ ہلاک ہوں گے تو ان کا راستہ ان ہی لوگوں کا سا ہے جو پہلے ہلاک ہوئے۔ اور اگر ان کے لیے دین قائم ومضبوط رہے گا تو ستر سال تک رہے گا۔ میں نے پوچھا یہ ستر سال باقی ماندہ سالوں میں سے ہیں یا گزشتہ سالوں کے ساتھ مراد ہیں۔ تو فرمایا کہ گزشتہ سالوں کے ساتھ ہیں۔

(مشکوٰۃ ص ۴۶۵، کتاب الفتن)

اس حدیث مراد عموماً تو سن ہجری ۳۵ھ، ۳۷ھ لی گئی ہے لیکن بعض محدثین اور بزرگانِ دین نے خلافت کے ۳۵، ۳۷ سال مراد لیے ہیں۔ چنانچہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ لکھتے ہیں کہ: اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت ایک طریق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی چکی ۳۵، ۳۷ سال تک چلتی رہے گی۔ اس حدیث میں چکی سے مراد قوتِ اسلام ہے اور تیس برس سے جو پانچ سات برس زائد کا بیان ہے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین اردو ص ۱۳۴)

(۵) مشکوٰۃ کی ایک روایت میں ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں اہل شام کا ذکر ہوا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں! کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ جب کوئی ان میں سے فوت ہوتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی جگہ دوسرا ابدال بناتے ہیں جن کی برکت سے بارشیں آتی ہیں، جن کی برکت سے فتح ونصرت حاصل ہوتی ہے اور جن کی برکت سے اہل شام سے عذاب ہٹایا اور دور رکھا جاتا ہے (مشکوٰۃ ص ۵۸۲، باب ذکر الیمن والشام ......) اس وقت ابدال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جو شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں نے اپنے سر کے نیچے نور کا ایک عمود (ستون) بلند ہوتے دیکھا جو چڑھتے اور بڑھتے ہوئے شام میں جا کر ٹھہرا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۸۳، باب ذکر الیمن والشام)

(۷) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانہ میں میرے ساتھی ہیں۔ پھر ان لوگوں کا درجہ ہے جو ان کے (میرے ساتھ والوں کے) ساتھی ہوں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب فضل الصّحابہ رضی اللہ عنہم)

(۸) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایک زمانہ آئے گا جس میں مسلمانوں کے کچھ گروہ جہاد کے لیے نکلیں گے تو پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا ہاں، تو اس جماعت کو فتح حاصل ہوگی۔ پھر ایسا زمانہ آئے گا جس میں یہ پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی صحابی کے صحابی (تابعی) موجود ہیں، تو کہا جائے گا ہاں، تو اس جماعت کو فتح حاصل ہوگی۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں پوچھا جائے گا کیا تم میں تبع تابعی موجود ہیں؟ جواب ملے گا ہاں موجود ہیں۔ تو یہ جماعت بھی فتح یاب ہوگی۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب)

اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت وعظمت کا بیان ہے کہ اسلامی لشکر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تبرکاً اپنے ساتھ رکھے گا تاکہ فتح نصیب ہو بلکہ اس میں تابعین اور تبع تابعین کی فضیلت بھی بیان ہوتی ہے۔

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اصحابی کالنجوم فبایّھم اقتدیتم اھتدیتم'' میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں

کی طرح ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴، باب مناقب الصحابہ رضی اللہ عنہم)

(۱۰) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میری امت تہتر (۷۳) ملتوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ سوائے ایک ملت کے سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک ملت کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰) اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جہاں نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے وہاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کار کو چھوڑنے والا بھی جہنمی ہے۔

آنحضرت ﷺ تو ارشاد فرما رہے ہیں کہ میرے بعد بکثرت خلفاء ہوں گے۔ بارہ خلفاء کے دور تک اسلام غالب رہے گا۔ یہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ انہیں کسی دشمن کی عداوت نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ سب سے بہتر میرا دور ہے۔ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی سے اللہ تعالیٰ فتح نصیب کریں گے۔ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں اور ان کا دور رشد و ہدایت کا دور ہوگا۔ ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ آج ان کے دور کو ملوکیت کا دور کہا جا رہا ہے۔ ان پر طعن و تشنیع کی جا رہی ہے اور ان کی خلافت کو غیر راشدہ کا نام دیا جا رہا ہے۔ جبکہ قرآن انہیں خیر امت قرار دے رہا ہے' انہیں سچا مومن کہہ رہا ہے' انہیں حزب اللہ، خیر البریہ، **هم المفلحون' هم الفائزون ، رضی الله عنهم ورضوا عنه** اور **اولٓئک هم الراشدون** کی سندیں عطا کر کے ان کے اتباع و پیروی کا حکم دے رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تمام دور رشد و ہدایت کا دور تھا۔ قرآن نے جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو راشد کہا۔ یہ خلیفہ ہوں تب بھی راشد ہیں اور بغیر خلافت کے بھی راشد ہیں۔ قرآن مجید میں اربعہ (چار) کا عدد تو استعمال نہیں ہوا کہ صرف چار راشد ہیں۔ اگر خلفاء راشدین کو خلافت نہ ملتی تو کیا وہ راشد نہ ہوتے؟ راشد تو وہ از نصِ قرآن تھے۔ خلافت ان کا منصب ہو گیا۔ اس لیے وہ خلیفۂ راشد ہو گئے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو منصبِ خلافت کے حامل ہر صحابی رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ راشد تسلیم کرنا پڑے گا۔

آیتِ استخلاف کو تختۂ مشق بناتے ہوئے تیس سالہ روایت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کو ''خلافت راشدہ'' کے عنوان سے خارج کرنے کے لیے ہی وضع کیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک ممتاز فرد ہیں۔ اس لیے وہ یقیناً ارشاد باری کے مطابق راشد ہیں، اور دنیا کی کوئی طاقت ان سے اللہ کا عطا کردہ یہ اعزاز نہیں چھین سکتی۔ ان کے ذریعہ سے قائم شدہ نظام حکومت کو خلافتِ راشدہ اور انہیں خلیفہ راشد کے علاوہ کوئی دوسرا نام دیا ہی نہیں جا سکتا۔ اور جو لوگ انہیں زمرۂ خلفائے راشدین سے خارج کرتے ہیں وہ اس ارشاد باری پر مکرّر غور کر لیں۔ **وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ** ۔

بہر حال سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آیت استخلاف، خلافت کے بارے میں آپ ﷺ کے ارشادات اور خلافت راشدہ کی ہر تعریف کے مطابق خلیفہ راشد ہیں۔

(جاری ہے)